رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۲۷ ہر انگریزی ماہ کی ۶-۱۳-۲۰-۲۷ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

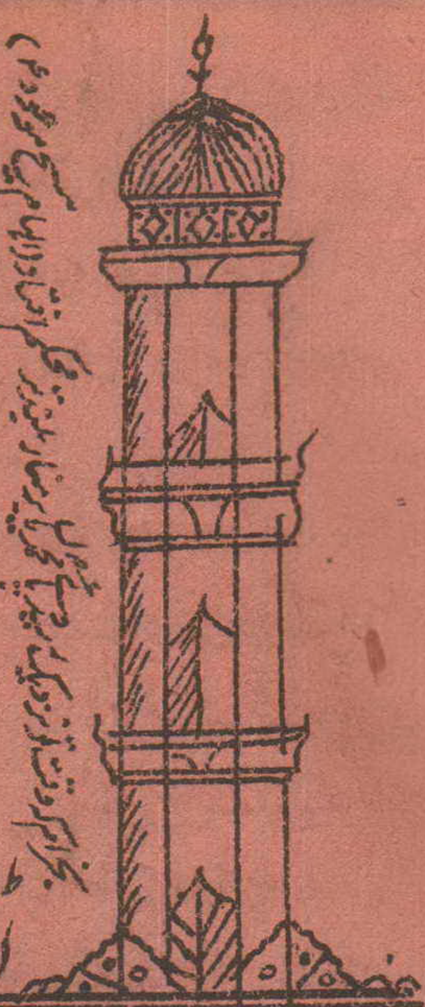
بخرام کہ وقت تا زہ برفتیم ۔ ۔ ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُنیا کی خبریں

فرقہ وارانہ فسادات

حال میں صوبۂ متحدہ کی کونسل کے ایک رکن نے حکومت سے دریافت کیا تھا۔ کہ اس صوبہ میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کتنے بلوے ہوئے۔ اور ان میں ہندو مسلمانوں کا کس قدر نقصان ہوا۔ اس کے جواب میں حکومت کی جانب سے جو اعداد شمار پیش کئے گئے ہیں۔ وہ سخت دلخراش ہیں۔ سرکاری ممبر نے بتایا۔ کہ ۱۹۲۳ء میں ۱۶ بلوے ہوئے۔ جن میں آٹھ ہندو اور آٹھ مسلمان مارے گئے۔ ۹۵ ہندو اور ۱۵۰ مسلمان زخمی ہوئے۔ ۱۷ ہندو اور ۳۱۳ مسلمان سزایاب ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں ۱۸ بلوے ہوئے۔ جن میں دس ہندو اور ۱۷ مسلمان مارے گئے ۳۱۴ ہندو ۱۴۷ مسلمان زخمی ہوئے۔ پندرہ ہندو اور ۱۷۱ مسلمان سزایاب ہوئے۔

۱۹۲۵ء میں بارہ بلوے ہوئے جن میں ۱۳ ہندو اور ۴ مسلمان مارے گئے۔ ۱۶۰ ہندو اور ۷۷ مسلمان زخمی ہوئے ۴۸ ہندو اور ۲۳ مسلمان سزایاب ہوئے۔

۱۹۲۶ء میں پندرہ بلوے ہوئے۔ انیس ۷ ہندو اور ۵ مسلمان مارے گئے۔ ۱۳۱ ہندو ۷۸ مسلمان زخمی ہوئے۔ ۱۰۴ ہندو اور ۱۲۱ مسلمان سزایاب ہوئے۔

۱۹۲۷ء میں ۳۰ بلوے ہوئے۔ ان میں ۱۱ ہندو اور ۵ مسلمان مارے گئے۔ ۳۰۲ ہندو اور ۳۸۳ مسلمان زخمی ہوئے۔ ۱۴ ہندو اور ۹ مسلمان سزایاب ہوئے۔ اس طرح ہندوستان کے صرف ایک صوبہ میں پانچ سال کے اندر ۸۸ بلوے ہوئے جن میں ۸۱ بندگان خدا کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ اور ڈھائی ہزار سے زیادہ آدمی زخمی ہوئے۔ اور ایک ہزار سے زیادہ آدمی قید و بند کی ذلتیں اور مصیبتیں جھیلتے رہے۔

ان نقصانات پر اگر پنجاب۔ دہلی۔ بمبئی۔ صوبۂ سرحد۔ بہار۔ بنگال۔ اور صوبۂ متوسط کے نقصانات کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو یقیناً پانچ سال کے مقتولوں اور مجروحوں کی فہرست پانچ سو اور دس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اور ان کے نتیجہ میں جن لوگوں نے پھانسی اور حبس دوام اور قید با مشقت و بے مشقت کی سزائیں بھگتی ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد پانچ چھ ہزار سے کسی طرح کم نہ نکلے گی۔ مگر یہ نقصانات تو محض مادی نقصانات ہیں۔ جن کا شمار کیا جا سکتا ہے انہیں قطع نظر کر کے اگر اُن بے شمار اخلاقی۔ روحانی۔ سیاسی اور اقتصادی نقصانات کا تصور کیا جائے۔ جو پانچ سال میں اس بدقسمت ملک کو پہنچے ہیں۔ تو یقیناً ہر درد مند دل خون کے آنسو روئے گا۔ (پیسہ)

الیرٹا کے دو کسانوں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے۔ جو ایک ہی وقت میں گندم کی فصل کاٹ کر بھوسہ اور گندم علیحدہ علیحدہ کر دیتی ہے۔ ایک مشین ۴۵ ایکڑ زمین کی فصل کاٹ کر بھوسہ اور گندم الگ کر سکتی ہے۔

بلا لائسنس نیزہ

گذشتہ ہفتہ مرزا مہدی حسین نے ایک شخص مسمی اودھم سنگھ کو بلا لائسنس نیزہ رکھنے کے جرم میں ایک سال قید محض کی سزا دیدی۔

بہادر شاہ کی قبر کا جھگڑا

رنگون کی عدالت عالیہ میں کچھ عرصہ سے ایک فرنگن کی طرف سے ابو ظفر کی ملکیت قبر کا مقدمہ چل رہا تھا۔ اب عدالت نے اس فرنگن کی ملکیت کا دعویٰ تسلیم کر لیا ہے۔ اور مغلیہ خاندان کی آخری یادگار قمر زمان بیگم کو زیارت کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس فیصلہ کی وجہ سے مسلمانان رنگون میں سخت بے چینی پھیل گئی ہے۔

کوکین فروش کی گرفتاری

لکھنؤ میں ایک شخص سے ۷ رتی کوکین برآمد ہوئی ہے۔ اس کو گرفتار کر کے اس کا چالان کر دیا گیا ہے۔

ایک خادمہ کی سفاکی

ایک ساڑھے پندرہ سالہ خادمہ نے اپنی مالکوں کے دو بچوں کو دریا میں ڈبو کر اس کی سختیوں کا بدلہ لیا۔ اس کی عمر کم ہونیکی وجہ سے عدالت نے پھانسی نہ دی۔ بلکہ سزا کر دی۔

زلزلہ

بلغاریہ میں شدید زلزلہ کی وجہ سے ۳۰ آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہو گئے۔ چرپان کے قصبہ میں قریباً تمام بڑی بڑی عمارات منہدم ہو گئی ہیں

ایک بیش بہا ہار کی چوری

لنڈن پولیس نے ایک ڈاکخانہ کے ملازم کو اس بناء پر گرفتار کر لیا ہے۔ کہ اس نے ایک پارسل میں سے پچاس ہزار پونڈ کا قیمتی ہار چرا لینے کی کوشش کی اور اس ہار کو چرا کر ایک جگہ چھپا دیا تھا۔ پولیس کو یہ ہار بھی دستیاب ہو گیا۔

حادثوں کی کثرت

شہر لنڈن کے بازاروں میں موٹر کاروں اور دوسری گاڑیوں کے حادثے بڑی کثرت سے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء کے اعداد شمار سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس سال ان حادثوں کی وجہ سے ۵۳۲ جانیں ضائع ہوئیں۔ اور ایک لاکھ ۴۸ ہزار اشخاص مجروح ہوئے۔

ولیعہد افغانستان کی واپسی

شہزادہ رحمت اللہ خان ولیعہد افغانستان اپنی دو پھوپھیوں سمیت لنڈن سے بمبئی واپس پہونچ گئے ہیں۔ آپ چند روز دہلی میں قیام کر کے کابل واپس تشریف لے جائیں گے۔

دھماکا

مسوری (امریکہ) میں ایک ناچ گھر کے نیچے پٹرول کا حوض بنا ہوا تھا۔ اس میں کسی وجہ سے آگ لگ گئی۔ اور سخت دھماکا ہوا۔ ناچ گھر کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اور ناچنے والوں کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس حادثہ سے ۴۰ آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے۔

نوٹ چھاپنے کی مشین:۔ ناسک میں نوٹ چھاپنے کا ایک سرکاری مطبع کھولا گیا ہے۔

ڈیرہ دون میں آتشزدگی:۔ ڈیرہ دون میں ہندو لڑکیوں کا ایک سکول آتشزدگی کی وجہ جلکر خاکستر ہو گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

فاروق ط

قادیان دارالامان مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۲۸ء

احمدی مشن

"مغز احمدیت"

ذیل کا پُر حقائق مضمون میرے نہایت ہی معزز و مکرم المعظم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اسسٹنٹ سرجن نے فاروق کے لئے قلمبند فرما کر ارسال فرمایا ہے۔

میر صاحب ممدوح کو فاروق سے دلی ہمدردی ہے۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق معہ ناظرین فاروق کے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور امید رکھتا ہے۔ کہ میر صاحب قبلہ آئندہ بھی فاروق کو اپنے مضامین سے رونق دیکر ناظرین فاروق کے شکریہ کے مستحق ہونگے۔ (ایڈیٹر)

ایک دفعہ میرے ایک دوست نے یہ سوال کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنے ایک رسالہ میں (غالباً سپلٹ) یوں لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب چونکہ **مغز احمدیت** سے واقف نہ تھے۔ اس لئے وہ اور انکے ایسے ہی ہمراہی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ان کو ٹھوکر لگ گئی۔ وہ دوست فرمانے لگے کہ خواجہ صاحب اور انکے بعض رفیق سالہا سال حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں رہے۔ اور حضرت صاحب کی صحبتیں انکو بکثرت میسر آئیں۔ اور تمام تصانیف آپکی ان صاحبان کی نظر سے گذریں۔ پھر خلیفۃ المسیح کا یہ فرمانا کہ وہ **مغز احمدیت** سے ناآشنا تھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ مغز احمدیت کیا ہے؟ جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ان لوگوں کو ابتلا آگیا"

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ فقرہ پڑھ کر بعض اور لوگوں کو بھی ایسے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اس نقطہ کی تشریح اور مطلب بیان کر دیا جائے۔ تاکہ لوگوں پر حقیقت واضح ہو جائے۔ اور ظاہر ہو جائے۔ کہ **مغز احمدیت** ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس کے سمجھ لینے کے بعد انسان خدا چاہے تو ارتداد کے ابتلا سے بچا رہتا ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ ایک آدمی سالہا سال احمدی رہا ہو۔ مگر اسے مغز احمدیت کا پتہ نہ ہو۔ اور اس کے ایمان کا مقام خطرہ میں ہو۔

قشر احمدیت

سو واضح ہو کہ ان لوگوں نے جو مغز احمدیت سے ناواقف تھے۔ باوجود سالہا سال کی واقفیت اور قرب کے اس سلسلہ کی بابت یہ سمجھ رکھا تھا۔ کہ یہ زمانہ اسلام پر سخت مصائب کا زمانہ ہے۔ اور مسلمان بہ حیثیت مذہب اور قوم کے ہر طرح تنزل میں گر رہے ہیں۔ دشمن یعنی عیسائی اور آریہ اور برہمو اور دہریہ ان پر طرح طرح کے اعتراضات کر کے انہیں اسلام کی طرف سے مذبذب کر رہے ہیں اور ہزارہا لوگ مرتد ہو چکے ہیں۔ انشقاق اور افتراق اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ گھر گھر کا مذہب اور دین الگ ہے۔ آپس میں محبت اور اتفاق نہیں رہا۔ اس وقت کوئی ایسا آدمی درکار ہے۔ جو مسلمانوں کے شیرازہ کو جمع کرے۔ انکو مذہب سے بھی برگشتہ نہ ہونے دے۔ اور ان میں ایک جوش اتحاد اور اتفاق کا پیدا کر دے۔ قرآن مجید اور آنحضرت صلعم اور اسلام پر جو جو اعتراضات ہیں۔ ان کا جواب دے۔ غرض اسلام کی طرف سے ایک خادم اسلام اور ریفارمر کھڑا ہو۔ تاکہ دردمند مسلمان اس کے ساتھ ہو جائیں۔ اور اس مصیبت کو دور کریں۔ سو ایسا ہو گیا۔ کہ ایک نیک اور عالم شخص اسلام کے لئے درد رکھنے والا میدان میں آگیا۔ اور اس نے اپنی کوششوں اور جد و جہد سے اس تباہی کے سیلاب کا رُخ پھیر دیا۔ اور جس طرح ہندوؤں کی ڈوبتی ناؤ کو سوامی دیانند۔ راجہ رام موہن رائے اور کشب چندر سین بچانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور ایک جتھا انہوں نے اپنے گرد جمع کر کے زمانہ کے مطابق اپنے اپنے مذاہب پر جو حملے تھے۔ ان کا بچاؤ کیا ہے۔ اسی طرح اسلام کے لئے ایک دنیاوی ریفارمر سید احمد خان صاحب کی شکل میں اور ایک دینی ریفارمر مرزا غلام احمدؑ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شکل میں عین موقعہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کا وجود جو خادم اسلام تھا۔ مسلمانوں کے لئے ابر رحمت ہو گیا۔ پھر نیک اور بزرگ اور دیندار ہونے کی وجہ سے مرزا صاحبؑ کو سچے خواب اور الہام بھی ہوئے۔ مگر اصل کام ان کا خدمت اسلام تھا۔ جو انہوں نے خوب کیا۔ مخالفوں کے اعتراضوں کی دھجیاں اُڑا دیں۔ اور خود انکی کتابوں کے رُو سے ان پر ایسے حملے کئے۔ کہ نہ عیسائی سر اُٹھا سکے۔ اور نہ آریہ اور نہ اور دیگر مذاہب کے لوگ۔ بلکہ انہوں نے ایک رستہ ایسا کھول دیا۔ جس پر چلکر اب ہم اور ترقی کر سکتے ہیں اور اسلام کو ہر ملک میں عمدہ طرح پیش کر کے منوا سکتے ہیں"

پس یہ وہ تقریر ہے۔ جو احمدیت کا چھلکا ہے اور جس میں مغز کا نام نہیں۔ اور یہ لوگ انہی خیالات سے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ انہی خیالات کو لے کر علیحدہ ہو گئے۔ کیونکہ ان کی تحریروں اور تقریروں میں جب کبھی احمدیت کے متعلق اظہار ہوتا ہے۔ تو ایسے ہی مطالب بیان ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔

مغز احمدیت

اب مغز احمدیت کی کیفیت بھی سن لیں۔ مغز احمدیت یہ ہے۔ کہ جب سے یہ سلسلہ انسان کی ہدایت کا اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے۔ اس نے انبیاء کی معرفت ہدایت کا وقت پر بھیجنا خود اپنے ذمہ کر رکھا ہے۔ اس کے علم میں دنیا کے وجود سے بھی پہلے یہ نظام ہدایت اور مرسلین کا وجود اور ان کا کام اور ان کی ضرورت اور ان کی برکات سب موجود تھیں۔ پھر نہایت ضروری تغیرات اور ہدایات کے متعلق وہ انبیاء علیہ السلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ذریعہ سے دنیا کو پہلے سے ہی آگاہ کرتا رہا ہے۔ آدم نے اس کو کہا تھا۔ کہ تیرا مثیل ایک اور آدم تیرے سلسلہ کے آخر میں پیدا کریگا۔ اور جس طرح شیطان نے تجھے بہکا لیا تھا۔ اور تجھے جنت سے نکلوا دیا تھا۔ اسی طرح تیرے مثیل کے ذریعہ اسی شیطان کو آخری شکست دوں گا۔ اور اس کے سارے تانے بانے کو خاک میں ملا دونگا۔ پھر اس نے نوحؑ سے کہا۔ اور اس کے بعد تمام انبیاء سے یہ فرمایا۔ کہ دنیا میں ایک ایسا عظیم الشان فتنہ دجال کا آنے والا ہے۔ جس کی نظیر نہ اگلوں میں ملتی ہے نہ درمیانی زمانوں میں۔ اس فتنہ کے پاش پاش کرنے کے لئے میں نے اپنا خاص نبی مسیح محمدی کے نام سے مخصوص کر رکھا ہے۔ تم سب اپنی امتوں کو اس دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہو۔ اور اس کا مقابلہ کرنیوالے رسول کی تائید کے لئے ان کو تیار کرتے رہو۔ زرتشت نبی اور کرشنؑ کے وقت اس کے آنے کی اطلاع اُن کی امتوں کو دلوائی۔ پھر آخر میں اس نے حضرت خاتم النبیین سے یہ اور زیادہ فرمایا۔ کہ وہ شخص جو میں تیرے بعد فتنہ دجالی کے دور کرنے کے لئے کھڑا کرونگا۔ اس کا یہ کام بھی ہوگا۔ کہ اسلام جب مر جائیگا۔ اور اس میں کوئی برکت اور روح باقی نہ رہیگی۔ تو اسی شخص کی وساطت سے میں اس میں دوبارہ جان ڈالونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے پھر دین کو تمام دیگر ادیان باطلہ پر غالب کروں گا۔ دنیا سختی اور تلوار کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ صلح اور امن اور دلائل اور اس شخص مسیحی کی روحانی برکات کے ذریعہ سے زندہ ہوگی۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہو جائیگا۔ اور دیگر تمام مذاہب اس حیثیت کے رہ جائیں گے۔ کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا۔ جیسے معزز قوموں کے مقابل آجکل چوہڑے یا سانسی یا اور ذلیل مردار خوار بے حیثیت قومیں ہیں۔ جو شخص اس مسیح کے سلسلہ میں داخل ہوگا۔ اس کا اور صرف اسی کا خدا سے تعلق ہوگا۔ تمام کامیابیاں دنیوی اور دینی اور عقلی اور ذہنی اس کی ذات سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔ جو اس سے الگ رہے گا۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو کبھی روئے فلاح نہ دیکھیگا۔ تمام آسمانی اور زمینی عزتیں اور برکات اس کی وساطت سے ملسکتی ہیں۔ علیحدہ رہ کر نہیں مل سکتیں۔

وہ خادم اسلام نہیں بلکہ اسلام کی روح ہوگا۔ اسلام کی زندگی وہ ہوگا۔ جو کوئی اسلام میں خواہ کتنا ہی داخل ہو جب تک اس کو نہ مانیگا۔ حلاوت ایمان اور روح اسلام سے حصہ نہ پائیگا۔ کیونکہ اس کو چھوڑ کر جو اسلام ہے۔ وہ مردہ اسلام ہے زندہ اسلام نہیں ہے۔ اگر اسلام میں زندگی باقی ہوتی۔ تو اس کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی پس وہ زندگی مجسم تھا ایک روح تھا۔ جو اسلام کے قالب میں داخل ہوا۔ اور اسلام اس سے زندہ ہوا۔ اس کے آنے کی آدمؑ اور نوحؑ کے وقت سے دنیا کو خبر تھی۔ ہر نبی نے اس کی پیشگوئی کی تھی۔ اللہ تعالےٰ اس کے آنے اور اس کے کام اور جماعت بنانے کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں برس سے تیاری کر رہا تھا۔ فرشتے اس بیج کی آبیاری اور حفاظت کے لئے ہزارہا سال سے لگے ہوئے تھے۔ پھر آخر وہ زمانہ آیا۔ خدا تعالیٰ نے اس موعود جملہ ادیان کو عین وقت پر ملائکہ کی فوج اور روح الامین کی حفاظت اور پُر شوکت کلام الٰہی اور ہزارہا خوارق اور نشانات کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ اس کی خاطر اس نے دنیا کے کونے کونے کو ہلا دیا۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی اشاعت اور نشر کے سامان پیدا کئے۔ اس کی مخفی برکات اور انوار سے دنیا کو لیلۃ القدر کی طرح منور اور معمور کر دیا۔ اتنے خزانے علم و معرفت کے اس کے ساتھ نازل کئے۔ اور اس قدر روحانی انوار سے اس کے زمانہ اور جماعت کو معمور کیا۔ کہ عورتیں اور بچے بھی نبوتیں کرنے لگے۔ اور اس کا بظاہر ذرا سا لشکر تمام دنیا پر دلائل قاہرہ اور رُعب کی وجہ سے غالب آگیا۔ دنیا میں روحانیت کا انتشار ہونا شروع ہوگیا۔ اور وہ اسلام جس کے ہر مسئلہ پر مخالفین اعتراض کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اب قومیں اور ملک اور پارلیمنٹیں ان باتوں پر خود بخود عامل ہونے لگیں۔ غرض یہ وہ شخص تھا۔ جو خدا سے آیا۔ خدا نے اسے بھیجا۔ خدا نے اسے اپنے کلام اور اپنی روح سے معمور اور معطر کیا۔ اس کا نزول گویا خدا کا نزول تھا۔ اس کا آنا گویا محمد رسول اللہ صلعم کا خود تشریف لانا تھا۔ جس نے اس کو دیکھا اس نے ابراہیمؑ کو دیکھا۔ موسیٰؑ کو دیکھا۔ مسیحؑ کو دیکھا۔ کرشنؑ کو دیکھا بدھؑ کو دیکھا۔ زرتشتؑ کو دیکھا۔ وہ آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء میں کسی سے کم نہ تھا۔ بلکہ بہتوں سے افضل تھا اس نے ہزاروں باتیں خدا کے خاص کلام اور نصرت کی سنائیں۔ جو پوری ہوئیں۔ اور پوری ہو رہی ہیں کوئی سال ایسا نہیں جاتا۔ کہ کوئی نہ کوئی بات اس کے منہ کی دنیا کے آگے ظاہر ہو کر اس کی راستی کی تصدیق نہ کرتی ہو۔ اس کی پیشگوئیاں دوستوں۔ دشمنوں۔ ملکوں قوموں موسموں اور عظیم الشان تغیرات کے بارے میں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئیں۔ اور ہم سب اس پر گواہ ہیں۔ یہ مغز احمدیت ہے۔ جو میں نے بیان کیا۔ جب تک یہ ایمان اس خدا کے مرسل کی بابت نہ ہوگا۔ جب تک اس قسم کی عزت اور تعظیم اور محبت اس کے لئے نہ ہوگی جب تک تمام کامیابیوں اور فتوحات کا سہرہ اس کے سر نہ باندھا جائیگا۔ تب تک تمام تغیرات عالم کو اس کے لئے قرار نہ دیا جائیگا۔ جب تک اس کے مرتبہ کو نہ پہچانا جائیگا۔ اور معوذ باللہ اس کو ایک ریفارمر یا ایک خود ساختہ مجدد کی حیثیت سے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک عظیم الشان نبی اور رسول نہ تسلیم کیا جائیگا۔ تب تک خواہ کوئی احمدی کہلائے یا قادیانی یا لاہوری وہ مغز احمدیت سے خالی ہوگا۔ اور صرف ایک چھلکا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ جس سے وہ کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکیگا۔ اور جب نفسانیت اس پر غالب ہوگی۔ وہ بہت آسانی سے اس موعود کا دامن چھوڑ دیگا۔ اور تباہ ہو جائیگا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر کیا پیش کروگے۔ مردہ اسلام؟ جس سے انہوں نے اپنی پوزیشن خوب واضح کر دی۔ کہ **میں ہی روح ہوں** اور میری ذات کے ساتھ سب قسم کی کامیابیاں اور زندگیاں وابستہ ہیں۔ یہ ہے مغز احمدیت جسے خواجہ صاحب اور ان کے رفیقوں نے نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ خیال کیا تھا۔ کہ یہ بھی ایک ایسا ہی ریفارمر ہے۔ جیسا دیانند یا راجہ رام موہن رائے یا سرسید احمدؔ۔

ان کے اس عقیدہ سے ہی معلوم ہوگیا۔ کہ انہوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدیت کے مغز کو نہیں سمجھا تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کا فرمانا بالکل درست تھا۔ پس یہ ہے احمدیت کا مغز اس کو سمجھ لو۔ اور اچھی طرح پلے باندھ لو کہ اس کے بغیر سلسلہ میں داخل ہونے کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور نہ کوئی تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سب کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ اور آنحضرت صلعم کے فیوض حاصل کرنے اور اللہ تعالےٰ کے عرفان کے پانے کا اب کوئی رستہ نہیں رہا۔ مگر احمدیت میں ہو کر۔

سو جن لوگوں نے مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ریفارمر اور آپ کے سلسلہ کو ایک گدی اور آپ کی جماعت کو دنیا کی اور انجمنوں کی طرح ایک انجمن اور آپ کی وحی کو عام مومنوں کے خوابوں یا الہاموں کی طرح دل خوش کن کلام اور آپ کی تصنیفات کو ایک اعلےٰ درجہ کے انسانی دماغ کا کام۔ اور آپ کی بیعت کو مختلف مشائخ کے سلسلوں کی بیعت کی طرح ایک معاہدہ۔ اور آپ کی جماعت کے نام کو حنفی۔ شافعی اہل حدیث وغیرہ ناموں کی طرح ایک نام اور آپ کے خلفاء کو ایک گدی نشین پیرزادہ سمجھا ہے یا خیال کیا ہے۔ وہ اب بھی سلسلہ سے ویسے ہی جدا ہیں۔ جیسے کہ وہ داخل ہونے سے پہلے تھے۔ کیونکہ وہ حقیقت اور مغز سمجھ کر داخل نہیں ہوئے تھے۔ والسلام

ماہ اپریل کی رپورٹ

فاروق کے متعلق جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے دربار اخبار الفضل کے ذریعہ احباب کو عموماً اور سکرٹری صاحبان تبلیغ کو خصوصاً توجہ دلائی کہ وہ فاروق کیلئے ہمت کر کے ایکدفعہ پانسو خریدار مہیا کر دیں۔ تاکہ فاروق اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر چلنے لگے۔ بعد ازاں مکرمی ایڈیٹر صاحب الفضل نے بھی احباب کو لکھا کہ فاروق کے واسطے اب صرف تین سو کے قریب خریدار مہیا کرنے ہیں۔ دو سو سے کچھ اوپر خریدار سابقہ و حال ملا کر ہو گئے ہیں۔ مگر افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ نہ تو احباب سلسلہ نے اور نہ سکرٹری صاحبان تبلیغ نے اس آواز پر کان دیا بجز تین چار سکرٹری صاحبان تبلیغ کے۔ باقی چار سو انجمنوں کے سکرٹری بالکل خاموش اور بے فکر ہے۔ جو نہایت ہی تعجب کی بات ہے۔ اسلئے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اس ماہ اپریل میں صرف دس خریداروں کی درخواست آئی ہے۔ اور اب ۲۳۴ خریدار ہو گئے ہیں باقی ۶۶ خریدار جب تک نہ ہو لیں آپکو بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ (مینجر فاروق)

پیغامی مشن

غیر مبائعین سے یکصد مطالبات

(از مولوی عبدالاحد صاحب مولوی فاضل)

مطالبہ نمبر ۶

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۱۷ پر فرماتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں۔ تو انسے بھی ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے" اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہ تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان کو نبیوں کے نشان دیئے گئے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ آپ کو اس قدر کثرت سے نشانات نبوت عطا ہوئے۔ کہ ان سے ایک نہیں دو نہیں۔ بلکہ ہزار نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ آپکے خیال کے مطابق تو چاہیئے تھا۔ کہ آپ فرماتے ہزار محدث کی محدثیت میرے نشانوں سے ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر آپ یہ نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ ہزار نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ کیا اس کا کوئی جواب آپ کے پاس ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ط آپؑ کی صداقت کے دلائل دوسرے ہزار نبیوں کی نبوت ثابت کرنے کے واسطے کافی ہوں۔ مگر ایک اپنی نبوت ان سے ثابت نہ ہو سکے۔ العجب۔

مطالبہ نمبر ۷

یہ ظاہر ہے کہ دینی امور میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کا فرمان مقدم ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کسی چیز کا کوئی نام تجویز فرماوے۔ تو ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم اس میں ترمیم کرتے پھریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۵ پر فرماتے ہیں۔

"نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں۔ جو بکثرت ہیں۔ اور غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے۔ لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے" لوگوں کی اصطلاح میں تو ممکن ہے۔ کہ اس لفظ کو معانی مقصودہ سے کچھ تعلق نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات پر ہم یہ گمان نہیں کر سکتے۔ بلکہ جو کچھ بھی وہ ذات پاک فرمائے وہ حق و بجا اور امر واقعی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر خدا کی اصطلاح میں آپ نبی ہیں تو مولوی محمد علی صاحب کی اصطلاح میں نہ ہونے سے ان کی نبوت زائل نہیں ہو سکتی۔ بتائیے! آپ کو خدا کی اصطلاح منظور ہے۔ یا مولوی محمد علی صاحب کی؟

مطالبہ نمبر ۸

مولوی محمد علی صاحب "النبوت فی الاسلام" کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے ہم قرآن کریم کو دیکھیں گے۔ کہ وہ کسی خاص معاملہ پر کیا فرماتا ہے۔ اور اس کے بعد حدیث صحیح کو۔ پھر اس کے اور اقوال"

اس وقت میں "اور اقوال" کی رو سے ایک حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مولوی صاحب کے مزعومہ عقیدہ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر صاحب کردستانی اپنی کتاب تقریب المرام جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"اِنَّ مَعْنٰی کَوْنِہٖ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ھُوَ اَنَّہٗ لَا یُبْعَثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اٰخَرُ بِشَرِیْعَۃٍ اُخْرٰی فَاِنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا یَنْزِلُ عَلٰی شَرِیْعَۃِ نَبِیِّنَا وَلَا یَسْعُہٗ اِلَّا اِتِّبَاعُہٗ" یعنے آنحضرتؐ کے خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی دوسری شریعت لیکر نہ آئیگا۔ سو عیسےٰ علیہ السلام صرف ہمارے نبی اکرم کی شریعت پر آئیگا۔ اور سوائے آپ کی اتباع کے اسے کوئی چارہ نہ ہوگا"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بتائیے حضرات! آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ آپ کے پریذیڈنٹ صاحب کے ارشاد کے مطابق اقوال سلف سے ایک قول آپ کے سامنے ہے۔ اور اسمیں صاف وہ لکھتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کیسا آسکتا ہے۔ اور کیسا نہیں؟

نئی شریعت لے کر اور جو آپ کی اتباع سے نہ ہو۔ نہیں آسکتا۔ آپ کی اتباع اور آپ کی شریعت کا خادم ہو کر آسکتا ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کیا آپ اس مذہب کو مانینگے یا اپنے پریذیڈنٹ صاحب کے تعمیل ارشاد سے مُنہ موڑ لینگے۔

(۹) آپ کا عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد نبی نہیں آسکتا۔ اور نبیوں کی آمد کلی طور پر ممنوع ہے لیکن حضرت اقدسؑ حاشیہ متعلقہ خطبہ الہامیہ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "لا نبی بعدہ الا الذی نور بنورہ" کہ آں حضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو آپؐ کے نور سے منوّر ہو۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا تعالےٰ کے۔ بعینہٖ اسی طرح کا وہ فقرہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کا عقیدہ درست تصوّر کر لیا جائے۔ تو مناسب تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف یہ تحریر فرماتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن آپؑ کا استثنا کرنا اس بات کو واضح کر رہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد ضرور نبی آسکتے ہیں۔ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟

(۱۰) اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہ تھے تو آپ کے اس ارشاد کا کیا مفہوم ہے۔

"وما کان لمومن ان یکفر بہ فانہ کفر بکتاب اللہ" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۴۔

نہیں ہے مومن کے شایان شان کہ مسیح موعودؑ کا انکار کرے۔ کیونکہ اس کا انکار کتاب اللہ کا انکار ہے کیا کسی غیر نبی کے انکار کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے؟

اطلاع خریدار ان فاروق اپنا پتہ دیکھ لیں اگر موجودہ پتہ غلط ہو تو اس سے اطلاع دیں تاکہ آئندہ پرچہ میں دقت نہ ہو۔ پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔

(مینجر فاروق)

احمدیہ مشن

علماء ہند سے ایک گذارش

(از مکرمی رحمت اللہ صاحب احمدی)

حق کی حمایت اور ناحق سے بیزاری ایک مسلم کی امتیازی خصوصیت ہونی چاہیئے۔ اور اس امر میں کسی بڑی سے بڑی ہستی کے رُعب یا اقتدار یا کسی کمزور سے کمزور ہستی سے بغض و عناد کو دخل دینا اسلامی تعلیم کے سراسر منافی اور متضاد ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی پاکیزہ و مطہر زندگیوں پر ایک نظر ڈالو۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ وہ کس طرح اگر اعلےٰ سے اعلےٰ حکمران کو دیکھتے کہ اس کا پاؤں جادۂ حق سے ڈگمگا رہا ہے۔ یا اس کی کسی ادنےٰ سے ادنےٰ حرکت میں بھی اسلامی ہدایت کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ تو وہ برملا اس کو انتباہ کرتے۔ اور اس کی حرکت سے کھُلم کھُلا بیزاری کا اعلان کرتے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کی شامت اعمال سے جہاں دیگر اسلامی خصائل ان سے چھوٹ گئے۔ وہاں یہ صاف گوئی اور اظہار حق میں جرأت و بے باکی سے کام لینے کی عادت بھی جاتی رہی۔ اور آج یہ زمانہ ہے۔ کہ جس طرح کوئی برسر اقتدار ہستی کسی کام کو سرانجام دینا چاہے۔ علمائے اسلام اسی کی سند میں قرآن و حدیث سے فتوےٰ نکالکر رکھ دینگے۔ تاکہ اس کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ اور وہ کچھ دنیاوی لذات سے بہرہ مند ہو سکیں۔ اگر کوئی اسلام کی حالت پر رحم کر کے فتاویٰ سے اس کو جائز ثابت نہ کرے۔ تو بھی اتنی جرأت و ہمت آج کسی میں نہیں نظر آتی۔ کہ اس کے خلاف آواز بلند کر سکے۔ اور احتجاج کر کے اور اس سے بیزاری کا اعلان کر دے تا اس خلاف شرع حرکت سے اسلام کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور اس کے معترضین کے لئے اعتراضات کا جو باب وا ہو جاتا ہے۔ اس کے سدباب کا انتظام ہو سکے اور معاندین اسلام پر یہ بات روشن ہو جائے۔ کہ یہ ایک انفرادی فعل ہے۔ جس سے اسلام کو کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔

افغانستان میں جب احمدیوں کو سنگساری کے ذریعہ شہید کیا گیا۔ تو ہندوستان کے علماء نے اس پر بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور علماء افغانستان کے اس فتوے کی تائید میں جس سے احمدیوں کو مرتد قرار دیکر گردن زدنی اور قابلِ رجم ٹھیرایا گیا تھا۔ بہت سی آیات اور احادیث سے استدلال کیا۔ اور اس فعل کو شریعت کے عین حسب منشاء اور ملت بیضاء کی صحیح خدمت ثابت کرنے کے لئے تمام طاقت اور قوت صرف کر دی جمعیت العلماء ہند اور علماء دیوبند نے والیٔ افغانستان کو پیغامات تہنیت ارسال کئے۔ اور مولوی ظفر علی صاحب کے اخبار زمیندار نے اس حرکت کو جائز ثابت کرنے کے لئے اپنے اخبار کی کئی اشاعتوں میں مسلسل مضامین لکھے۔ اور اس کی تائید میں اپنے اخبار کے سینکڑوں صفحات سیاہ کر ڈالے۔

قطع نظر اس کے کہ اس سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اور اسلام کی بے نظیر رواداری اور مذہبی آزادی کی تعلیم کے لئے یہ کسقدر ضرر رساں تھا۔ اور معاندین اسلام کو اپنے اعتراضات کی توثیق میں اس سے کہاں تک مدد مل سکتی تھی۔ ہم اس روش کو جو علماء ہند نے اختیار کی ان کی نیک نیتی پر محمول کرتے اگر وہ ہر معاملہ اور مسئلہ کے متعلق اسی روش پر قائم رہتے۔ اور ہر خلاف شرع حرکت پر اظہار متنفر و بیزاری کرتے۔ مگر نہایت رنج اور افسوس سے ہم اس حقیقت کو برہنہ کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ علماء کہلانے والے اور اپنے آپ کو شریعت کے عمود قرار دینے والے اظہار حق و صداقت اور خلاف شریعت افعال کو نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ گوارا کر کے مقتدر ہستیوں کی ایسی حرکات کو کمال اطمینان اور خاموشی سے برداشت کر رہے ہیں۔ جو اسلام کو نظر اغیار میں بدنام کرنے کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجب ہو سکتی ہے۔ اور جن سے دشمنانِ حق کے لئے اسلام کو نشانۂ اعتراضات بنانے کے مواقع بہم پہنچائے جا رہے ہیں۔

مثلاً ملکۂ افغانستان کی وہ بے پردگی ہی ہے۔ جو انہوں نے یورپ میں اختیار کر رکھی ہے۔ بیشک مروّجہ پردہ اسلامی پردہ نہیں کہلا سکتا۔ اور اسلام عورت کو بالکل قید کر دینے کا حکم نہیں دیتا۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اسلام بے جا آزادی اور کامل عریان کا حامی بھی نہیں۔ ملکۂ موصوفہ کی اس حرکت پر مخالفین اسلام خوب بغلیں بجا رہے ہیں۔ اور ہماری قابل احترام ملکۂ افغانستان کا ذکر ہندوستان کا غیر اسلامی پریس ہی اس نامرغوب طریقہ پر کر رہا ہے۔ جو ہمارے لئے نہایت رنجدہ اور الم افزا ہے۔ اور ہماری غیرت کو سخت صدمہ پہنچانے کا موجب ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کی مقدس تعلیم بھی اس سے بدنام ہو رہی ہے۔ اور اغیار اس کو ناقابلِ عمل اور موجودہ زمانہ کے نامناسب ثابت کرنے کے لئے ایسی حرکات سے استدلال کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اسلامی تعلیم کی برتری اور اسلام کو مطاعن اغیار سے محفوظ رکھنے کے لئے علماء کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ وہ جرأت سے کام لیکر شاہ افغانستان کو اس کے متعلق متنبہ کرتے۔ اور تاروں کے ذریعہ اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تو کم از کم اس کے خلاف صدائے احتجاج ہی بلند کرتے۔ اور اس سے برملا اعلان بیزاری کر کے دنیا پر واضح کر دیتے۔ کہ ملکۂ افغانستان کا یہ فعل اسلام کے منافی ہے۔ اور اس کے لئے اسلامی تعلیم کو ہرگز ذمہ وار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مگر علماء نے اس نازک وقت میں مجرمانہ خاموشی اور غفلت سے کام لیا۔ جمعیۃ العلماء نے بھی اس طرف توجہ نہ کی۔ علماء دیوبند بھی بالکل اطمینان سے بیٹھے رہے۔ اور آج ظفر الملت والدین مولانا ظفر علی خان بالقابہ کا زورِ قلم بھی صفحۂ قرطاس پر جولانیاں دکھلانے سے یکسر قاصر رہا۔ اور اسلامی مفاد کے تحفظ کے لئے کسی غیرتمند کو ایک لفظ تک منہ سے نکالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور کشتیٔ اسلام کے ناخدا اس کو اس طرح چٹانوں سے ٹکراتا ہوا دیکھ کر بھی پورے سکون کے ساتھ محوِ خواب رہے۔ اور اس طرح اسلام کے لئے مزید مشکلات پیدا کر دیں۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ احمدیوں کی سنگساری کی تائید محض ہم سے بغض و عناد کے نتیجہ میں تھی۔ نہ کہ حمایت حق کی نیت سے۔

ہمارے دل میں شاہ و ملکۂ افغانستان کے لئے بہت عزت و توقیر کے جذبات ہیں۔ ہم ان کی ان مساعی کو جو اپنی قوم کی ترقی کے لئے کر رہے ہیں۔ باعث صد فخر و ناز سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ ہم ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر محض خدا تعالےٰ کے لطف و کرم سے اکٹھے کئے گئے ہیں۔ جو دنیا کو اسلام کی صحیح تعلیم سکھانے کے لئے آیا۔ اس لئے مجبوراً اسلام کی رسوائی دیکھکر ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی پڑی ہے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے اسلامی بھائی ہماری اس عرضداشت پر توجہ اور اپنے فرائض کا احساس کرینگے۔

ایک ہندو کی نعت

(پنڈت پربھو دیال صاحب لکھنوی)

ملک افلاک پر صدقے زمیں پر نازنیں صدقے
جہاں کے خویر و قربان زمانہ کے حسیں صدقے

زباں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے
مرا دل ہی نہیں قرباں مری جاں ہی نہیں صدقے

دو عالم آپ پر یا رحمت للعالمین صدقے
چمن میں بلبلیں شیریں کلامی پر ہوئیں صدقے

رخِ پُر نور پر زہرہ جبینانِ زمیں صدقے
نیاز و انکساری پر الہ العالمیں صدقے

لبِ جاں بخش کی باتوں پہ اک ہم ہی نہیں صدقے
کلیم اللہ صدقے۔ عیسیٰ گردوں نشیں صدقے

مسلمانوں کی قابلیت اور عدم قابلیت کا سوال

(از مولوی عبد الاحد صاحب مولوی فاضل)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی فرما گئے ہیں۔ کہ اماما کم منکم یعنی وہ لیڈر جو مسلمانوں کی اصلاح ان کی ترقی اور اغیار کو مغلوب کرنے کے لئے آنیوالا ہے۔ اے مسلمانو! وہ تم میں سے ہی ہوگا!

مسلمانوں کا تنزل اور قتل و جدال درحقیقت دو ایسی بڑی مہمیں ہیں۔ کہ ان کے لئے بڑے قابل انسان کی ضرورت ہے۔ اور وہ امت بڑی ہی قابل فخر ہے۔ جس میں سے ایسا فرد نکلے!

ایسی حالت میں ہر جماعت کی طبعی خواہش ہوتی ہے کہ یہ فخر ہماری جماعت کو حاصل ہو۔ مگر افسوس کہ اکثر مدعیان اسلام اس فخر کو امتہ خیر البشر سے جسے زبان خداوندی سے خیر امتہ کا خطاب ملا منسوب کرنا پسند نہیں فرماتے۔ یہی نہیں بلکہ اگر یہ حقیقت اور قابل عزت بات ان کے سامنے پیش کی جائے تو لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ تو وہ گوارا کر سکتے ہیں۔ بلکہ بڑی خوشی سے مان لیتے ہیں۔ کہ ان مہموں کے لئے حضرت موسیٰؑ کا ایک خلیفہ بنی اسرائیل کا ایک نبی آئیگا۔ مگر وہ یہ نہیں سن سکتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے کوئی اس کام کے لئے آئیگا۔

ہمارا تو یہی عقیدہ ہے۔ کہ عیسےٰ کو فلک پر سے میں تکلیف نہ دونگا موجود ہیں دنیا میں غلامانِ محمدؐ

بہرحال جو بھی ہمارے بھائی غیر احمدی مسلمان عقیدہ رکھیں۔ انہیں اختیار ہے۔ مگر صداقت خود ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ لاکھ اسے چھپائیں۔ وہ چھپتی نہیں۔ چنانچہ اخبار تنظیم امرتسر جو مسلمانوں کے ایک لیڈر کا اخبار ہے اپنے ۱۴ مارچ ۲۸ء کے صفحہ ۴ پر زیر عنوان "مسلم یونیورسٹی کی افسوسناک حالت" لکھتا ہے "اگر ڈاکٹر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ضیاء الدین) صاحب کو رکھنا مقصود نہ ہو۔ تو مسلمانو میں ہی ان عہدوں کے لئے بہترین حضرات موجود ہیں۔ یہ تو انتہائی لغویت ہوگی۔ کہ ہماری سب سے بڑی دینوی درسگاہ انگریزوں کے زیر تسلط کر دیجائے۔ ہم کمیشن کے ارکان سے استفسار کرتے ہیں۔ کہ کیا بنارس یونیورسٹی کی بھی یہی حالت ہے۔ جو آپ علی گڑھ یونیورسٹی کی کرنا چاہتے ہیں۔ اور کیا وہاں کے انتظام کی خوبی کے اندر بھی کسی انگریز کا دماغ مصروف کار رہا ہے اگر نہیں ہے۔ تو کیا مسلمان آپ کے نزدیک اسقدر نااہل اور ناقابل ہیں۔ کہ وہ اس یونیورسٹی کو چلا ہی نہیں سکتے یا (تنظیم)

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جب مسلمان اپنی دینوی درسگاہ کو غیر کے زیر تسلط رہنا نہیں دیکھ سکتے تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے دین کے لیڈر غیروں کو تجویز کرتے ہیں۔ کیا ہم یہی سوال اپنے غیر احمدی بھائیوں سے حضرت مسیح ناصریؑ کے نزول کے متعلق نہیں کر سکتے۔ کہ آپ کے نزدیک وہ کیا مسلمان اس قدر نااہل اور ناقابل ہیں۔ کہ وہ اس امت کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ یا کیا اس امت میں اس عہدہ کے لئے "بہترین حضرات موجود" نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو آپ اپنے اس عقیدہ کو جو غلطی سے آپ میں پیدا ہو گیا ہے۔ ترک کیجئے!

اگر نفی میں ہے۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ علی گڑھ یونیورسٹی انگریزوں کے زیر تسلط نہ کی جائے۔ درست ثابت نہیں ہوتا!!

کیوں آپ لوگوں کو یہ امر ذلت کا باعث نظر آتا ہے۔ کہ ایک اسلامی یونیورسٹی کو بوجہ اس کی بدنظمی کے انگریزوں کے سپرد کیا جائے۔ اسلئے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ آپکی اسمیں ذلت بدیہی ہے۔ کہ ایک یونیورسٹی کا انتظام آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا۔ تو مجبور ہو کر دوسروں کا دست نگر ہونا پڑا۔ لیکن یہ کہنے آپکو ذرا بھی جیا دامنگیر نہیں ہوتی۔ کہ امت محمدیہ ستیاناس ہونیکو طیار ہے۔ مگر اس کی اصلاح کسی فرد امت سے ناممکن جب تک کہ بنی اسرائیل کا رسول ہی آکر نہ کرے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ؎

اُمت احمد نہاں دارد دو صد راز دروں
تو اندر شد مسیحا می تواند شد یہود

عیسائی مشن

کفارہ و اُلوہیت مسیح

(گذشتہ سے پیوستہ)

پادریصاحب سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ بندوں

دسواں پر قربان ہونے کے لئے اقنوم

ابن کی کوئی خصوصیت ہے۔ یا نہیں؟ اگر کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تینوں اقنوم مساوی ہیں۔ تو پھر بتاؤ۔ کہ قربان ہونے کے لئے مسیح کو کیوں چُنا گیا۔ باپ اور روح القدس کیوں نہ مصلوب ہوئے اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہوئی؟ اگر کہا جاوے۔ کہ اقنوم ابن کی خصوصیت ہے تو بتاؤ۔ کہ وہ مایہ الاختصاص اعلیٰ بات ہے یا ادنےٰ۔ تو اقنوم ثانی ناقص ہوگا۔

عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ

گیارہواں مسیح نے نہ مرنا تھا۔ نہ صلیب

پر اُسے کوئی چڑھا سکتا تھا۔ اور نہ اسے دُکھ و تکلیف کوئی پہنچا سکتا تھا کیونکہ وہ خدا تھا لیکن اس نے چونکہ بندوں کے گناہ اُٹھا لئے اس لئے وہ گناہوں کی پاداش میں سُولی چڑھایا گیا اور موت کا پیالہ اُسے پلایا گیا۔ اس پر میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر تمہاری یہ بات مان لی جاوے۔ تو بتاؤ۔ کہ جب مسیح صلیب پر چڑھ کر ایک دفعہ وفات پا چکے۔ اور گناہوں کا بدلہ بھگت کر دوبارہ زندہ ہوئے تو پھر کیوں یہودیوں سے چھُپ چھُپ کر شاگردوں سے ملتے رہے۔ اب کس بات کا ڈر تھا۔ خدا کو کون پکڑ سکتا تھا؟ پہلی دفعہ تو بندوں کے گناہ اُٹھانے کی وجہ سے یہودیوں نے اس پر قابو پایا۔ اب تو وہ گناہ اُس سے دور ہو چکے تھے۔ غرض صلیبی موت سے دوبارہ زندہ ہو کر بھی مسیح کا یہودیوں سے چھُپنا اور ڈرنا بتاتا ہے۔ کہ نہ وہ خدا تھا۔ اور نہ وہ بندوں کے گناہ اُٹھا کر صلیب پر چڑھا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ مسیح دوسری زندگی میں جبکہ وہ گناہوں سے پاک تھا۔ یہودیوں سے ڈرتا رہا۔ پہلی دفعہ تو گناہوں کی وجہ سے یہودی اس پر قابو پا سکتے تھے۔ اب تو وہ بالکل بے گناہ تھا۔ اب تو یہودی لوگ ہزار کوشش کرتے پھر بھی اسے نہ پکڑ سکتے۔ پھر چھپنا اور خوف کرنا چہ معنی دارد؟

عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ہماری خاطر

بارھواں قربان ہوا۔ واقعات تاریخیہ کے

بالکل برخلاف ہے۔ کیونکہ بکرے یا مینڈھے کو ہم اپنی مرضی سے قربان کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی دشمن ہمارا بکرا پکڑ کر ذبح کر دے۔ اور ہم شور مچا دیں۔ کہ ہمنے اپنے گناہوں کے بدلہ میں ایک فدیہ دیا۔ بلکہ قربانی تب ہوتی ہے۔ جب ہم اپنی خوشی سے کسی جانور کو ذبح کریں۔ لیکن مسیح نہ اپنی خوشی سے صلیب پر چڑھا۔ اور نہ اس کی مرضی کا اسمیں کوئی دخل تھا۔ ہاں اگر مسیح خود بغیر کسی کے جبر کے صلیب پر چڑھ کر خودکشی کے طور پر موت اختیار کرتا تو تب عیسائی صاحبان کہہ سکتے تھے۔ کہ مسیح ہم پر قربان ہوا۔ یا خود حواری بلکہ مسیح کو صلیب دیتے تب بھی وہ قربانی کہلانے کا مستحق تھا۔ لیکن یہاں تو صورت ہی اور ہے۔ یہودی جبراً پکڑ کر ایک شخص کو صلیب دیتے ہیں۔ اور عیسائی صاحبان شور مچاتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے لئے قربان ہوا۔

پادریصاحب بتائیے تو سہی کہ بیگناہ

تیرھواں مسیح نے گنہگاروں کے گناہ اپنی مرضی

سے اپنے ذمہ لئے یا باپ کی مرضی سے؟ اگر کہو کہ باپ کے کہنے سے ایسا کیا تو باپ غیر عادل ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے ایک بے گناہ پر گنہگاروں کے گناہ لاد دیئے۔ اور اگر کہو کہ مسیح نے اپنی خوشی سے ایسا کیا۔ تو اس پر دو اعتراض ہیں۔

(ا) اس سے مسیح غیر عادل ٹھہرتا ہے۔ (عدل کی اس تعریف کے لحاظ سے جو عیسائی کرتے ہیں) کہ گنہگار کو سزا نہ دی۔ اور اس کا گناہ خود اُٹھا کر اُسے یونہی معاف کر دیا۔

(ب) بندوں کے گناہ اُٹھانا اچھی بات ہے یا بُری؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر اچھی ہے تو باپ نے یا روح القدس نے کیوں نہیں لوگوں کے گناہ اُٹھائے؟ اور اگر دوسروں کے گناہ اُٹھانا نقص ہے۔ تو اقنوم ثانی ناقص ثابت ہوا۔

چودھواں

توریت میں لکھا ہے۔ کہ آدم نے گناہ کیا۔ اس کی سزا میں خدا نے اُسے بہشت سے نکال دیا۔ اور چونکہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی نسل بھی گنہگار ہو گئی۔ اس لئے انہیں یہ سزا دی کہ مرد پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھاوے۔ اور عورت دردِ زہ سے بچہ جنے۔ پھر دوسری طرف عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ مسیح نے آکر لوگوں کے گناہ اٹھا لئے اور ان کی پاداش میں صلیبی موت کا مزہ چکھا۔ اور اس طرح پر وہ بندوں کے گناہوں کا جو آدم کے وقت سے چلے آتے تھے کفارہ ہوا۔ اس پر میرے کئی سوال ہیں۔

(ا) اگر آدم کے وقت کے سرایت کردہ گناہ کا مسیح کفارہ ہو گیا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ اس کفارہ پر ایمان لانیوالے مرد نہ محنت سے روزی کماتے نہ ان کی عورتیں دردِ زہ سے بچہ جنتیں۔ لیکن یورپ و امریکہ کے عیسائی ہم سے بھی زیادہ محنت سے روٹی کماتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں دوسری عورتوں کی طرح دردِ زہ سے بچہ جنتیں ہیں۔ پس اگر مسیح آدم والے گناہ کو دور کرنے آیا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس گناہ کی سزا کو بھی دور کر دیتا؟ لیکن وہ سزا عیسائی غیر عیسائی سب کو مل رہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ مسیح نے وہ گناہ تو دور کر دیا۔ لیکن اس کی سزا معدوم نہ کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ گناہ بھی اس نے دور نہیں کیا کیونکہ اگر گناہ دور ہو جاتا۔ تو اس کی سزا بھی دور ہو جاتی۔

(ب) اگر حوّا کے گناہ کی سزا میں عورت دردِ زہ سے بچہ جنتی ہے۔ تو اس سے ماننا پڑے گا۔ کہ حوّا کے گناہ میں سب عورتیں ملوث نہیں ہوئیں۔ کیونکہ بہت سی عورتیں بچہ ہی نہیں جنتیں۔ اس لئے انہیں دردِ زہ بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ (بقول تمہارے) خدا کے عدل کے خلاف ہے۔ کہ گناہ نے تو حوّا کی نسل کی تمام عورتوں میں سرایت کی لیکن سزا صرف ان عورتوں کو ملی۔ جو بچہ جنتی ہیں۔ باقی سب محفوظ رہ گئیں۔

(ج) اطبّا اور ڈاکٹر لکھتے ہیں۔ اور عموماً لوگ جانتے ہیں۔ کہ بعض عورتوں کو بچہ پیدا ہوتے وقت بالکل دردِ زہ نہیں ہوتا۔ اور بغیر درد محسوس کئے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دردِ زہ حوّا کے گناہ کی وجہ سے نہیں ورنہ کوئی عورت بھی اس سے محفوظ نہ رہتی۔ لیکن چونکہ بعض عورتیں دردِ زہ کے بغیر آسانی سے بچہ جنتی ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ دردِ زہ بطور سزا کے نہیں۔ اور نہ آدم کی نسلی گناہ کی پاداش میں ہے۔ (باقی دارد)

عیسائیوں سے ایک ضروری سوال

(از ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر)

زبور باب ۳۴ درس ۱۵ و ۱۷ میں لکھا ہے کہ

"خداوند کی آنکھیں صادقوں پر اور اس کے کان ان کی فریاد پر ہیں۔ .... صادق چلاتے ہیں اور خداوند سنتا ہے۔ اور انہیں ان کے دکھوں سے رہائی دیتا ہے۔"

یہاں تو یہ کہا کہ خدا صادقوں کا چلانا سُنکر ان کی مدد کرتا اور دُکھ سے نجات دیتا ہے۔ مگر اسی کتاب (زبور) کے باب کی پہلی آیت میں لکھا ہے کہ

"اے خداوند تو کیوں دور کھڑا رہتا ہے؟ دُکھ کے ایام میں تو کیوں آپ کو چھپاتا ہے؟"

جس سے معلوم ہوا۔ کہ خدا صادقوں کو مصیبت میں دیکھ کر ان کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ دور کھڑا رہتا اور اپنے آپ کو مخفی رکھتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ان ہر دو بیانات میں سخت تضاد ہے۔ مگر پادری ٹھاکر داس نے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"واضح ہو کہ خداوند لاریب صادقوں کا مصیبت میں دستگیر ہوتا ہے لیکن بعض وقت فوراً آرام نہیں بخشتا۔ اور اس لئے صادق کی فریاد ہے۔ کہ تو کیوں آپکو ہم سے چھپاتا ہے۔ یہ صادق کا خیال ہے کہ خدا مجھ سے دور ہے لیکن حقیقت میں دور نہیں۔ پر صادق اس کی نزدیکی سے بے خبر ہے۔

جب ایمان میں خلل آتا ہے۔ تب انسان اس طرح کہتا ہے۔"

پادری صاحب ان متضاد بیانات میں تطبیق دینے کے لئے اپنے پاس سے یہ کہنا۔ کہ خداوند لاریب صادقوں کا مصیبت میں دستگیر ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت فوراً آرام نہیں بخشتا۔" کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ زبور کا مصنف اگر یہی بات ہوتی۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ مصیبت کے وقت خدا مخفی رہتا ہے۔ اگر وہ مدد کرتا تو مخفی رہنے کا کیا کام؟ اور یہ کہنا کہ "صادق اس کی نزدیکی سے بے خبر ہے" درست نہیں۔ وہ اسے نزدیک سمجھتا ہے۔ اور اسی لئے تو کہتا ہے۔ کہ تو میری مدد کیوں نہیں کرتا۔ "دور کھڑا رہتا ہے" سے اس کی یہ مراد ہے۔ کہ مدد نہیں کرتا۔ نہ کہ میرے پاس نہیں۔

خیر ہمیں اس وقت اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ پادری صاحب کا جواب ناظرین کے سامنے ہے۔ وہ اس کا اندازہ خود لگا لیں گے۔ کہ اس میں کس قدر زور ہے۔ ہمیں جو اس وقت سوال کرنا ہے وہ پادری صاحب کے ان لفظوں پر ہے کہ

"جب ایمان میں خلل آتا ہے۔ تب انسان اس طرح کہتا ہے۔" کیا کہتا ہے؟

"اے خداوند تو کیوں ہم سے دور کھڑا رہتا ہے۔ دُکھوں کے وقت تو کیوں آپ کو ہم سے چھپاتا ہے۔" یعنے مصیبت کے وقت کیوں ہماری مدد نہیں کرتا۔

اگر پادری صاحب کا یہ قول درست ہے۔ کہ جو شخص مصیبت کے وقت خدا کو یہ کہے۔ کہ تو کیوں ہماری مدد نہیں کرتا اس کے ایمان میں خلل ہے۔ تو از راہ کرم وہ یا ان کا کوئی ہم خیال ہمیں بتلائے۔ جب ان کے خداوند یسوع مسیح نے صلیب پر چڑھے ہوئے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (متی ۲۷/۴۶)

تو کیا بقول پادری ٹھاکر داس صاحب (نعوذ باللہ)

(باقی آئندہ ہفتہ کے پرچہ میں ملاحظہ ہو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانندی مشن

میر محمد اسحٰق صاحب احمدی مولوی فاضل

و پنڈت چموپتی صاحب آریہ ایم۔اے

(۲)

میرے مکرم میر محمد اسحاق صاحب فاضل نے "حدوث روح و مادہ" کے صفحہ ۵۲ سے لیکر ۵۴ صفحہ تک روحوں پر خدا کے قابض و مالک و متصرف ہونے کی مکمل اور مفصل اور نہایت ہی مدلل اور دلچسپ بحث لکھی ہے۔ لیکن افسوس آتا ہے۔ کہ آریہ پنڈت نے اس سے کچھ علم حاصل نہ کیا۔ اور طوطے کی طرح جتنا فقرہ اپنے گورو دیانند صاحب سے سُنکر سیکھا تھا۔ وہی "دریغ تنگ" کی طرح بار بار دُہرا دیا ہے۔ حالانکہ لٹل پنڈت کے ڈبل پنڈت جی مہاراج کی ستیارتھ پرکاش سے ان باتوں کا جن کی بناء پر خدا کا مالک ہونا دیانند صاحب نے ثابت فرمایا تھا۔ ایک ایک کرکے ایسا رد کرکے دکھایا ہے کہ جس نے چموپتی صاحب کو پریشان کر دیا۔ اور پنڈت جی سے کوئی جواب بن نہیں آیا۔

احمدی فاضل کا اعتراض اور آریہ کا جواب

جیسا کہ احمدی فاضل نے لکھا تھا کہ

"ہمارا سوال (پرمیشور کے) اس موجودہ قبضہ کے درست اور جائز ہونے پر ہے۔ کہ پرمیشور جب روحوں کا خالق نہیں۔ بلکہ روحیں خدا کی طرح قدیم سے ہیں۔ اور اپنے وجود میں اس کی محتاج نہیں۔ تو ان پر پرمیشور نے قبضہ کیوں کیا۔ اور ان کی آزادی کیوں چھین لی۔ اور کیوں انکو جنم مرن کے چکروں میں لاکر بے گناہ سے گنہ گار اور غیر دُکھی سے دُکھی بنایا۔ یہ تھا اصل سوال" صـ ۱۳۷

ایسے ہی اعتراض کے جواب میں دیانند جی مہاراج نے فرمایا تھا۔ کہ چونکہ پرمیشور

"لامحدود طاقت والا ہے۔ تو محدود طاقت والا جیو (روح) اور مادی اشیاء اس کے ماتحت کیوں نہ ہوں" (ستیارتھ صـ ۳۰۶)

جس کا مطلب صاف ہے۔ کہ محض غیر محدود طاقتور ہونے کی وجہ سے کمزور طاقت والی روح پر قبضہ جمایا ہے۔

اس جواب پر مصنف "حدوث روح و مادہ" نے گذارش کی۔ کہ اگر محض طاقتور ہونے سے کسی کو یہ حق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے سے کمزور اور کم طاقت والے پر قبضہ کر لے تو

(۱) "بتاؤ کہ ایک طاقتور ڈاکو کا یہ حق نہیں کہ ایک کمزور بھلے مانس کے گھر کو لوٹ لے جس طرح ایشور روح سے طاقتور ہے۔ اسی طرح ڈاکو اس امیر سے طاقتور ہے۔ اور جس منطق سے ایشور کا حق ہے۔ کہ وہ روح کا مالک ہے اور جائز مالک ہے۔ اسی منطق سے ڈاکو کا حق ہے۔ کہ وہ امیر کے مال پر قبضہ کر لے اور یہ قبضہ جائز ہے۔

آریو! سچ سچ بتاؤ۔ کہ سوامی جی کی اس دلیل اور "جس کی لاٹھی اسی کی بھینس" والی ضرب المثل میں کیا فرق ہے" صـ ۱۳۶

(۲) "بے شک روح محدود ہے۔ اور بیشک ایشور غیر محدود۔ مگر بتاؤ تو سہی کہ روح کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ اس غیر محدود کی امداد کی طالب ہوتی۔ کیا سُکھ حاصل کرنے کے لئے یا کیا پاکیزگی اختیار کرنے کے لئے آخر اس کو کس امر کی احتیاج ہے۔ کہ وہ ایشور سے تعلق پیدا کرے

(۳) "اگر خدا اس پر قبضہ کرکے تصرف میں نہ لاتا۔ تو کیا روح فنا ہو جاتی" یا اس کی کوئی صفت فنا ہو جاتی۔ یا وہ دُکھوں میں مبتلا ہو جاتی یا وہ پاکیزگی سے نکل کر ناپاکی کے سمندر میں داخل ہو جاتی۔ یا وہ (ایشور کے) تصرف میں آکر دُکھوں سے چھوٹ گئی۔ یا جنم مرن کے چکروں میں داخل ہو کر وہ پوتر (پاک) ہو گئی" وغیرہ وغیرہ صـ ۱۳۸

(۳) غرض ایشور کے غیر محدود طاقتور ہونے سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ (بوجہ زبردست ہونے کے) محدود طاقت والی روح پر قبضہ کر سکتا ہے۔ یعنے اس میں قبضہ کرنے کی طاقت ہے۔ جیسا کہ ایک ظالم بادشاہ کے متعلق تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک معصوم کو قتل کر سکتا ہے۔ اور سارا مال لوٹ سکتا ہے۔ اور اس میں یہ سب کام کرنے کی طاقت ہے۔ مگر اس کے طاقتور ہونے سے یہ نتیجہ کوئی شخص نہیں نکال سکتا۔ کہ اس کا زیادہ طاقتور ہونا اسے جائز حقدار بنا دیتا ہے۔ کہ وہ کسی کمزور معصوم کو قتل کر دے۔ یا اس کی عزت برباد کر دے یا اس کو حبس بیجا میں رکھے۔ اسی طرح ایشور کے غیر محدود طاقتور ہونے سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا کہ وہ محدود طاقت والی روح پر قبضہ جمانے کا جائز حقدار ہو جائے" صـ ۱۳۹

مصنف "حدوث روح و مادہ" نے جس عمدگی سے عام فہم دلائل ایشور کے روحوں پر ناجائز قبضہ ہونے کے دیئے ہیں۔ وہ مزید وضاحت کے محتاج نہیں۔ لیکن پنڈت چموپتی صاحب آریہ کا احمدی فاضل کے مقابلہ میں جواب ملاحظہ فرمائیے۔ کہ ایم۔ اے صاحب کیا فرماتے ہیں۔

پنڈت چموپتی کا جواب

اس تمام مسکت خصم اور فلسفیانہ تقریر کو سوم رس کی طرح چموپتی جی پی جاتے ہیں۔ اور ان لاجواب استفسارات پر قلم اٹھانے سے جی چُراکر بجائے اس کے کہ ایشور کے جائز قبضہ کا ثبوت دیتے یا میر صاحب سلمہ اللہ کے اس فلسفہ کو باطل کرکے بتلاتے کہ بے شک طاقتور کا کمزور پر محض اپنی طاقت کی بناء پر ہی قابض ہو جانا اس کو جائز مالک و قابض بنا دیتا ہے۔ اور ڈاکو اور ظالم بادشاہ کا اپنی طاقت کی وجہ سے دوسروں کو لوٹنا اور قتل کرنا جائز حق کے ساتھ ہے۔ نہ کہ ایسا کرنا ناجائز۔ تو ہم سمجھ لیتے۔ کہ جس طرح آریہ سماج کا ہر عقیدہ علم و عقل اور فلسفہ اور سائنس کے خلاف اور بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اسیطرح یہ بھی ویدک دھرم کی ہی ایجاد ہے کہ جو طاقتور ہو۔ اس کا حق ہے۔ کہ وہ کمزور کا مالک اور قابض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور متصرف ہو جائے۔ اور ایسا کرنا اُس کا عین عدل و انصاف کے مطابق ہے۔ اور جائز ہے۔ مگر ایم اے آریہ کہیا نے ہو کر کہتے ہیں تو یہ کہ

"جناب والا قبضہ کیا نہیں گیا۔ بلکہ ازلی ہے"۔ ص۳

چلو چھٹی ہوئی۔ احمدی فاضل کا مطالبہ تو یہ ہے۔ کہ روحوں پر ایشور کا قبضہ کس استحقاق سے ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ازل سے ہی قبضہ ہے۔ بہ جواب اگر آریہ پنڈت کے عجز کو نہیں ظاہر کرتا تو ان کی بیعلمی پر تو پوری روشنی ڈالتا ہے۔ اگر مصنف "روح و مادہ" نے یہ پوچھا ہوتا۔ کہ آریو بتاؤ۔ پرمیشور کا قبضہ روحوں پر کب سے ہے۔ تو شاید پنڈت جی کا یہ جواب کچھ صحیح ہوتا کہ ازل سے۔ معلوم نہیں پنڈت چمپتی جی کو "صدوث روح و مادہ" کے خلاف کاغذ سیاہ کرنے کا شوق کیوں چرایا تھا۔ کیا اسی برتے پر جواب لکھنے بیٹھے تھے۔ کہ پرمیشور کو روحوں کا مالک ثابت کرتے کرتے استاد اور شاگرد۔ بادشاہ اور رعایا۔ والدین اور اولاد کے تصرفات کی مثالیں دیکر پرمیشور کی ملکیت کا پردہ ہی پھاڑ دیا۔ بھولے پنڈت جی! افسوس کہ آپ اعلےٰ مغربی علوم پڑھ کر اور ایم اے بنکر اب تک اتنا بھی نہ سمجھے۔ کہ مالک اور قابض اور متصرف ان تینوں اسموں میں سے کس کو تقدم اور کس کو تاخر ہے؟ کاش کہ آپ کو "مالک" کا حقیقی مفہوم اور اس کی تعریف معلوم ہوتی۔ تو آپ ایسی فاش غلطی کے مرتکب کبھی نہ ہوتے۔ جو آپ نے "جواہر جاوید" کے صفحہ ۳۰ پر اپنے سوامی کی عالمانہ تحریر کی پردہ پوشی کے لئے بغیر سمجھے لکھدیا کہ ستیارتھ پرکاش میں ایشور کی ملکیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس عبارت میں "مالکیت کی توضیح کی ہے۔ مالکیت کی موزونیت بتائی ہے۔ مالک کل کون ہونا چاہیئے؟ وہ جو اعمال کا ثمرہ دے سکے۔ ثمرہ کیونکر دیگا؟ وہ مخلوقات کے بنانے سے یعنے مادی اشیاء کو علت سے معلول کرنے سے (۲) سب کی ٹھیک ٹھیک حفاظت کرنے سے کہ کہیں معلول معلول بنتے ہی پھر علت کی صورت اختیار نہ کریں۔ (یعنی بغاوت کر کے الگ ہو جائیں۔ فاروق)

آریہ پنڈت کے علم و عقل کا نمونہ

اور روحوں اور مادی اشیاء کا باہمی مستعمل اور مستعمل بہ کا رشتہ بنا رہے۔ (۳) اپنی لامحدود طاقت سے جو ثمرہ دینے میں کام آتی ہے۔ محدود طاقت والے جیو اور مادی اشیاء اپنی محدودیت کی وجہ سے مجبور ہیں۔ کہ بالترتیب پرماتما کا دیا ثمرہ پائیں۔ اور بنیں"!

آریہ سماج کے نونہال پنڈت چمپتی جی۔ اس توضیح کی تشریح آپ نے "صدوث روح و مادہ" میں پڑھی تھی یا نہیں؟ کیا آپ نے احمدی فاضل کی وہ جرح جو آپ کے سوامی اور آپ کی اس توضیح و موزونیت اور مالکیت پر کی گئی تھی۔ دیکھ کر کوئی ٹھینگ کی تھی۔ جس نے آپ کو مندرجہ بالا سطور لکھنے کی ہدایت کر کے اپنی جان چھوڑائی۔ مگر یاد رہے۔ کہ آپ کی یہ توضیح و موزونیت نادانی و جہالت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ بتاؤ تو سہی۔ کہ عالی دماغ مصنف "صدوث روح و مادہ" کے اس جارحانہ سوال کا آپ نے کیا جواب دیا کہ "اعمال کا ثمرہ مملوک بنانے اور روحوں پر تصرف کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے ہے یا بعد؟ اگر پہلے ہے۔ تو یا لبداہت غلط ہے۔ کیونکہ جس پر قبضہ نہیں۔ اس کو اعمال کا ثمرہ یعنی سزا جزا کس طرح دی جا سکتی ہے؟ اگر کہو کہ اعمال کا ثمرہ قبضہ کے بعد ہے۔ اور واقعہ میں بعد ہی ہے۔ تو کس طرح سوامی (دیانند) صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ خدا روحوں کو اعمال کا ثمرہ دیتا ہے۔ اس لئے وہ مالک ہے۔ حالانکہ درست تو یہ ہے۔ کہ ایشور اعمال کا ثمرہ اس لئے روحوں کو دیتا ہے۔ کہ وہ ان کا مالک ہے۔ مگر سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ وہ مالک اس لئے ہے۔ کہ وہ اعمال کا ثمرہ دیتا ہے۔

آریو! ذرا غور کرو۔ کہ سوال تو یہ تھا۔ کہ ایشور جو روحوں کا مالک بن بیٹھا ہے۔ اور ان پر قبضہ جما لیا ہے۔ اور انکو جزا و سزا دیتا ہے۔ یہ سب کام وہ کس استحقاق سے کرتا ہے جواب میں سوامی صاحب کا ارشاد ہے۔ کہ وہ اس لئے مالک ہے کہ وہ سزا جزا دیتا ہے۔ (صدوث ص۳۴)

گورو جی مہاراج کی اس ژولیدہ بیانی پر احمدی فاضل کی جرح کا جواب بقول مشہور "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" چمپتی جیسے شش (چیلا) پر واجب تھا مگر ایم۔ اے تک ڈگری یافتہ شاگرد نے جو جواب دیا۔ وہ یہ کہ "مالک کل کون ہونا چاہیئے؟ وہ جو اعمال کا ثمرہ دے سکے"۔ قربان جائیے اس فہم و فراست پر۔ واقعی یہ دیدک دھرم کی ہی خوبی ہے۔ جس کے پیرو ایسے ذکی اور فہمیدہ اور سخن رس ہو جاتے ہیں۔ کہ مقدم کو مؤخر یا علت کو معلول کہنے لگتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ چمپتی صاحب نے اپنے سوامی صاحب سے بڑھکر کونسا تیر مارا۔ جو نشانہ پر جا لگا ہو۔ جو بات سوامی نے کہی۔ کہ وہ ثمرہ دینے کی وجہ سے مالک ہے۔ وہی بات چیلے نے لکھدی۔ کہ جس میں ثمرہ دینے کی طاقت ہو۔ وہ مالک کل ہوا کرتا ہے۔ بھلا پوچھو تو سہی کہ مالک ہونا ثمرہ دینے کے بعد ہے یا کہ مالک ہونے کے بعد ثمرہ دیا جاتا ہے۔ چمپتی صاحب نے اپنے گورو صاحب سے بڑھ کر بطور قاعدہ کلیہ کے ایک بات بتائی ہے کہ **مالک کل** وہ ہوا کرتا ہے۔ جس میں مالک ہونے کے لئے ثمرہ اعمال دینے کی طاقت ہو۔ جس میں یہ جابرانہ قوت ہو وہ حقیقی اور صحیح معنوں میں مالک ہوا کرتا ہے جس کا نتیجہ صاف ہے۔ کہ ہر زبردست زیردست کا مالک کل ہوتا ہے۔ بوجہ اپنی زبردست طاقت کے جو اس میں مالک ہونے کے لئے پہلے سے موجود ہو۔ بعد ازاں وہ زبردستی کر کے مالک ہو جاتا ہے۔

کیوں سماجیو! یہی نتیجہ ہے۔ آپ کے چمپتی جی کے بیان کا یا کچھ اور۔ انشاء اللہ اگلے نمبر میں ہم اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ فانتظروا:۔

مشینری زراعتی آلات و سامان آہنی

بٹالہ کی مشہور و معروف چارہ کترنے کی مشین۔ آہنی رہٹ (پرٹھ) انجن اور نجی رقبہ اراضی کیلئے جھلاریں۔ زراعتی فارم کے لوہے کے آہنی پل۔ خراس (پیل چکی) ہلیڈ جات۔ چاول نکالنے کی مشین (رائس ملز) سیوئیاں۔ پھینیاں بنانے کی مشین۔ بادام روغن نکالنے کی مشین وغیرہ وغیرہ منگوانے کیلئے ہمارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند قابل دید کتابیں

حق الیقین ردّ ہفوات المنافقین کچھ عرصہ گذرا ایک شیعہ نے ہفوات المسلمین نام کی ایک کتاب تصنیف کر کے شائع کی تھی۔ جس میں ائمہ اسلام پر نہایت نازیبا اعتراض کئے تھے۔ اس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نہایت لطیف اور مدلل ارقام فرما کر عامۃ المسلمین پر ایک احسان عظیم کیا ہے قیمت صرف ۱۲ر

ہستی باری تعالیٰ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی وہ معرکۃ الآراء تقریر جو حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۱ء پر بیان فرمائی۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔

منہاج الطالبین حضرت اولوالعزم فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی ان پُر حقائق پُر معارف تقریروں کا مجموعہ ہے جو حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۵ء پر بیان فرمائیں قیمت ۱۰ر

قتل مرتد اور اسلام حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے کی وہ زبردست تصنیف جس میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے تمام ان مدعیان اسلام کی تحریروں کی تردید کر دی ہے۔ جو مخالفین سلسلہ نے اپنی جہالت سے اسلام میں مرتد کی سزا قتل کے ثبوت میں شائع کی تھیں جس کا جواب نہ فرنگی محلی نہ دیوبندی نہ کرم آبادی نہ کوئی دوسرا دے سکا۔ ہر ایک احمدی کو اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔

الواح الہدیٰ اسلامی اخلاق۔ اسلامی تہذیب کا آئینہ ہر ایک مسلمان کہلانے والے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا دم بھرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر۔ یہ کتابیں احمدی احباب کو ہر وقت مطالعہ میں رکھنی چاہئیں۔

آپ بیتی مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل مجاہد بخارا کی خود نوشت تاریخ جس میں وہ پُر درد والم ناک حالات تحریر فرمائے ہیں۔ جو روس کے علاقہ میں انہیں پیش آئے۔ جن کو پڑھ کر پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جائیگا۔ اور صداقت سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ایمان لے آئیگا۔ قیمت صرف ۴ر

مسیح موعود مولوی عبدالوہاب صاحب خلف حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اچھوتی تصنیف جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر نئے طرز پر دلائل بیان کئے گئے ہیں قیمت صرف ۴ر

سیرت مسیح موعود حضرت سیدنا فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی قلم سے قابل دید ولائق شنید۔ قیمت صرف ۴ر

حیات نور الدین حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی اپنی لکھائی ہوئی سوانحعمری ہے۔ جس کا مطالعہ احمدی احباب کو ضروری ہے قیمت

خزینۃ العلوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تین تقریریں جن میں مختلف علوم کا ذکر فرما کر احمدی مبلغین کو اسطرف توجہ دلائی ہے۔ قابل دید۔ قیمت صرف ۶ر

تعلیم خاتون مستورات کے پڑھنے کے لئے نہایت عمدہ کتاب ہے۔ قیمت صرف ۴ر

اخلاق خاتون یہ بھی مستورات کے لئے مفید کتاب ہے۔ یہ دونوں کتابیں احمدی مستورات اور احمدی لڑکیوں کو پڑھنی چاہئیں قیمت صرف ۴ر

فرائض مستورات یہ بھی ہر ایک احمدی خاتون کے مطالعہ کے لئے ہے فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ قیمت صرف ۱۰ر

اسلامی اصول کی فلاسفی سلسلہ عالیہ کے بانی حضرت مسیح موعود قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ مشہور لیکچر جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں تمام مذہبوں کے مقابلہ میں کامیاب رہا۔ اور کئی بار چھپ چکا۔ قیمت صرف ۵ر

الحق مباحثہ دہلی حضرت مسیح موعود کا وہ زبردست مباحثہ حیات و وفات مسیح نامی پر جو دہلی میں مولوی محمد بشیر بھوپالی سے تحریری ہوا تھا۔ قابل دید۔ قیمت صرف ۶ر

القاء ربانی بجواب مولوی محمد علی مونگیری معروف بہ ابوالحمد رحمانی کے فیصلہ آسمانی کی تردید جس میں قدرت حق کا نمونہ نظر آتا ہے۔ قیمت صرف ۸ر

انجام آتھم حضرت مسیح موعود کی مشہور تصنیف ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ۔

سیرۃ النبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت مرتبہ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ مجلد۔ قیمت دو روپیہ۔

دعوۃ الامیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی وہ نادر کتاب جو حضور نے شہریار افغانستان کو دعوت سلسلہ کے لئے تصنیف فرمائی۔ مجلد۔ قیمت تین روپے۔

تحفۃ الملوک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی وہ لاجواب تصنیف جو حضور نے شاہ دکن یعنے نظام حیدر آباد کو بھیجی۔ قیمت قسم اوّل ۸ر قسم دوم ۴ر

(پتہ:۔ مینجر فاروق بک ایجنسی قادیان پنجاب)

اعلےٰ شہدی لنگیاں اور پشاوری کلاہ

ہم ہر قسم کی چھوٹی بڑی مشہدی پشاوری لنگیاں بحساب دو روپیہ چار آنہ فی گز اور ہر قسم کی مشہدی کناویز عورتوں کے سوٹ کیلئے فی گز ۱۲ر عکاظ دوخت کرتے ہیں۔ نیز کلاہ پشاوری جس قیمت اور جس سائز کا مطلوب ہو بھیجا جائیگا۔ مال بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ اگر خدانخواستہ پسند نہ آئے تو صرف محصول ڈاک کاٹ کر باقی قیمت واپس کر دی جائیگی۔ یا اس کی جگہ دوسری چیز بھیج دی جائیگی۔ احمدی احباب فرمائش بھیجکر فائدہ اٹھائیں۔ مال دوسری دوکانوں کی نسبت عمدہ اور نسبتاً ارزاں ارسال ہوگا۔

پتہ

میاں محمد و غلام حیدر بازار کریم پورہ شہر پشاور۔